ردِّ تناسخ

مصنفہ

عالیجناب حضرت خلیفۃ المسیح مولوی نور الدین صاحب

بھیروی ثم قادیانی خلیفہ اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بار دوم بماہ دسمبر ۱۹۲۱ء

خاکسار قاسم علی احمدی ایڈیٹر فاروق قادیان نے

اپنے فاروق پریس قادیان میں باہتمام خود طبع کرا کے

فاروق منزل سے شایع کیا۔

قیمت علاوہ محصولڈاک - - - - - - - ۳/

دیباچہ طبع ثانی

خداوند جلّ وعلا کی تعریف کرنے کو خود بخود دل چاہتا ہے کیونکہ اوسکی صفت رحیمیت نے خاکسار ایڈیٹر فاروق کو یہ توفیق عطا فرمائی کہ فاروق پریس جاری ہوگیا اور اس پریس سے سلسلہ عالیہ احمدیہ کیخدمت کا کام لیا۔ اور دن رات اسی خدمت اسلام مین پریس کو لگا دیا۔ ثم الحمد اللہ علے ذلک :۔

احباب کرام کو معلوم ہوگا کہ یہ عجالہ رد تناسخ سنہ ۱۸۹۱ء مین منشی غلام قادر فصیح نے بار اوّل اپنی پنجاب پریس مین طبع کرایا تھا جس کو آج تیس سال کا عرصہ گذر چکا۔ یہ رسالہ ہدایت مقالہ حضرت مصنّف نور الدین اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی مین ہی ختم ہو چکا تھا۔ مگر کسی کا خیال اس کی طبع ثانی کی طرف نہ ہوُا تو خاکسار خادم سلسلہ نے اس کو فائدہ عام کیلئے دوبارہ طبع کرا دیا۔ ارادہ ہے کہ حضور ممدوح کی تالیف لطیف تصدیق براہین احمدیہ بھی جو بالکل نایاب ہے بتوفیق الٰہی باردوم چھاپ کر شایع کروں۔ ناظرین دُعا کرین کہ خدا تعالےٰ اوسکا بھی مجھے موقعہ عطا فرماوے۔ آمین :۔

خادم سلسلہ

خاکسار قاسم علے ایڈیٹر فاروق قادیان

۲۳ دسمبر سنہ ۱۹۲۱ء

دیباچہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ایسے مہربان مولا کی حمد کرنیکو کیوں بے اختیار جی نہ چاہے جس کی صفت رحمانی نے اظہار عظمت و جلال کیلئے انسان کو محض نیستی کے ظلمت خانہ سے نکالکر ہستی کا نورانی جامہ پہنایا۔ پھر اُسے سمیع و بصیر بناکر اپنے افعال کا جوابدہ قرار دیا۔ اور صفت رحم کو اپنی سب صفات پر سبقت دیکر اُسے بے حد فضل کا امیدوار بنایا۔ ایسے رؤف رحیم ہادی (علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیات) پر ایمان لانا کیوں واجب نہ سمجھا جاوے۔ جسنے فطرت انسانی کے سچے تقاضا اور مضطرانہ طلب۔ یعنے ابدی نجات کی بشارت دیکر انسان کو مسرور الوقت فرمایا۔

ناظرین پر واضح رہے۔ کہ یہ رسالہ التصدیق جلد دوم کا آغاز ہے۔ ارادہ کیا گیا تھا۔ کہ یہ مضمون بھی اور مضامین کیطرح مکمل کتاب کے ضمن میں ہی شایع کیا جائے گا۔ مگر مشتاقین کے اصرار و الحاح نے اس کے جلد اور علیحدہ چھاپ دینے پر مجبور کیا۔

جلد دوم کے بیقرار منتظر یقین کریں۔ کہ اس کا بہت سا مسودہ ترتیب ہو چکا ہے۔ حضرت مصنف (سلمہ اللہ تعالیٰ) کی عدیم الفرصتی اور پھر شدت علالت طبع کے باعث اس قدر التواء ہوتا رہا۔ انشاءاللہ تعالےٰ اب بہت جلد اُس کے چھاپنے کا انتظام ہوگا۔

والسلام

خاکسار عبدالکریم سیالکوٹیؓ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد دوم

تناسخ

تناسخ کو سنسکرت والے اواگون کہتے ہیں۔ اور تناسخ کے ماننے والے تناسخ کے یہ معنی بتاتے ہیں:۔

"گناہوں اور نیکیوں کے باعث بار بار جنم لینا (پیدا ہونا) اختیار کرنا۔"

جہاں تک تناسخ کے ماننے والوں سے دریافت کیا۔ اور اُن کے رسائل میں دیکھا۔ اثبات تناسخ میں اُن کی یہی ایک دلیل سر دفتر انکے دلائل کا دیکھی۔

"ہم دیکھتے ہیں۔ کئی آدمی جنم کے اندھے لنگڑے لولے کانے بہرے کنگال ہوتے ہیں۔ اور کئی راجہ ٹھاکر دولتمند امیر۔ جو یہ کہو کہ پرمیشر کی مرضی ہے۔ تو کیا یہ پرمیشر منصف و عادل نہیں۔ جو بلا قصور ایک دوسرے میں فرق کرتا ہے۔ پس بجز نتیجہ سابقہ جنم کے اور کیا کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ خدا ایسی طرفداری اور نا منصفی نہیں کر سکتا۔"

تناسخ کی دلیل کا خلاصہ

ہم اس دُنیا میں تفرقہ کو دیکھتے ہیں۔ اور اس تفرقہ کیوجہ بجز پہلے جنم کی بُرائی بھلائی کے اور کوئی نہیں۔

مصدق۔ (اللّٰھُمَّ اَیِّدْنِیْ بِرُوْحِ الْقُدُسْ[1])

پہلا جواب۔ قائلین تناسخ کی اس دلیل سے صاف واضح ہے کہ تناسخ ماننے کا کوئی ثبوت تناسخ ماننے والوں کے پاس نہیں بلکہ صرف اسلئے کہ سُکھی آسودہ اور آرام والے کے سُکھ۔ آسودگی۔ اور آرام کیوجہ اور دُکھی بیمار۔ رنج والے کے دُکھ۔ بیماری۔ رنج کی وجوہ اُوان لوگوں کے باہمی تفرقہ کے اسباب تناسخ ماننے والوں کو معلوم نہیں ہوئے اس واسطے کہ ان لوگوں نے یقین کرلیا۔ کہ سابقہ اعمال ہی اس تفرقہ کا باعث ہیں۔

پس شکریہ اُس رب العٰلمین کا جس نے اسلامیوں کو ایسے دلایل سے بچنے کے واسطے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا۔

وَلَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ[2] اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ کُلُّ اُولٰٓئِکَ کَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا۔ س ۱۵۔ سورۂ بنی اسرائیل ع ۴۔

دوسرا جواب۔ اپنی کم علمی اپنی کم فہمی اور کمزوری سے تفرقہ کے اسباب رنج اور راحت کے موجبات اور سامان نجانے سے یہ اعتقاد کرلینا کہ ان تفرقوں کا باعث ہمارے پہلے جنم کے اعمال ہی

---

[1] ۔ اے اللہ میری روح پاک سے تائید فرما اور مجھے منصور کر۔

[2] ۔ اور جس چیز کا تجھے علم نہیں۔ اُسکے پیچھے مت لگ۔ کیونکہ۔ کان۔ آنکھ۔ اور دِل سب سے سوال کیا جاوے گا؛

ہیں۔ گویا بے وجہ فوبیہ ایک چیز کو کسی دوسری چیز کا سبب قرار دے لیناہے۔ اور یہ جرأت اس قسم کی ہے۔ کہ ہم کسی آدمی کو اندھیری رات میں کہیں جاتا دیکھیں۔ اور اپنے ہی آپ میں یہ سوچ لیں۔ کہ اسوقت کچہریاں بند ہیں۔ بازار بند ہیں۔ پس بجز اسکے کہ یہ آدمی اسوقت صرف چوری کرنے جاتا ہے۔ اور کوئی وجہ نہیں۔

عقل والے سوچ لیں۔ یہ کیسی منطق اور لاجک ہے۔ اِسی واسطے قرآن کریم نے تناسخ ماننے والوں کی نسبت فرمایا ہے۔ اور کہا ہے۔ کہ یہ لوگ اٹکل بازی میں پڑے ہیں۔

وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ وَمَا لَهُمْ بِذَٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ۔ پ ۲۵ سورۂ جاثیہ۔ ر ۱۸:۔

تیسرا جواب۔ دنیا میں ہم یہ تفرقہ تو دیکھتے ہیں۔ کہ ایک جنم کا بیمار ہے۔ اور دوسرا تندرست۔ ایک جنم سے دولتمند ہے۔ اور دوسرا غریب۔ اور مفلس۔ اور دُنیا کا تمام کارخانہ اور اُسکا تمام انتظام چونکہ ایک علیم و حکیم کی زبردست طاقت اور صفات کا نتیجہ اور اثر ہے۔ پس ہمیں یقین ہے۔ کہ یہ تفرقہ بے وجہ و بے حکمت نہ ہوگا۔ مگر یہ کیا ضروری ہے۔ کہ اس غیر محدود کی کل باریک حکمتیں اور بے تعداد تدبیریں ایسی ہوں۔ کہ انسانی محدود عقل اور سمجھ انپر حاوی ہو جاوے؟ یاد رکھو کسی کی بصر اور بصیرۃ اسکو احاطہ نہیں کر سکتی۔ اور وہ سب پر محیط ہے۔ قرآن فرماتا ہے۔

لہ اور وہ کہتے ہیں۔ یہی دنیا کی زندگی ہے۔ ہم مرتے ہیں۔ اور زندہ ہیں۔ اور زمانہ ہی ہمیں ہلاک کرتا ہے۔ اسبات کا انکو علم نہیں۔ یہ اٹکل لگاتے ہیں۔

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ[1]
اور فرمایا ہے۔ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ
بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ[2]۔ اور فرمایا ہے۔ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ
اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا ط

چوتھا جواب۔ کسی کا بیمار ہونا اور کسی کا تندرست کسی کا آسودوں کے گھر جنم لینا اور کسی کا مفلسوں کے گھر میں جائز ہے۔ اعمال کے سوا کسی اور وجہ سے ہو۔ پس بایں احتمال اواگون ماننے والوں کا استدلال صحیح اور تام نہیں۔ پس ہم ان کو کہتے ہیں۔ کوئی ایسی عقلی دلیل لاؤ۔ جس سے ثابت ہو جاوے۔ کہ ایسے تفرقوں کا اعمال کے سوا اور کوئی باعث نہیں۔ صرف اعمال ہی اس تفرقہ کا باعث ہیں۔ بلکہ بہ تعمیل ارشاد قرآنی جو ذیل میں ہے۔ کہتے ہیں۔ کوئی علمی دلیل لاؤ۔ اٹکلوں اور گمانوں سے کام نہ لو۔ کیونکہ سچ ہے۔ جس میں لکھا ہے۔

قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ
وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ[3] ط پ ۸۔ سورہ انعام۔ ر ۲

---

[1] اُس کو آنکھ ادراک نہیں کرتی۔ اور وہ آنکھوں کو ادراک کرتا ہے۔ اور وہ لطیف و خبیر ہے۔

[2] اُن کے آگے اور پیچھے کی سب چیزوں کو جانتا ہے۔ اور وہ اس کے علم کا کچھ بھی احاطہ نہیں کر سکتے۔ مگر جو وہ آپ چاہے۔

[3] کہہ۔ تمہارے پاس کوئی علم ہے۔ تو ہمارے پاس نکال لاؤ۔ تم تو ظن کی پیروی کرتے ہو۔ اور اٹکلیں دوڑاتے ہو۔

پانچواں جواب - اگر آریہ اسپر از راہ انصاف غور کریں۔ تو کسی قدر لطیف اور داد کے قابل ہے۔ موجودہ اشیاء میں اس تفرقہ سے بڑھکر ایک بڑا تفرقہ ہم دیکھتے ہیں۔ اور اس بڑے تفرقہ کا باعث پہلے جنم کی جزا و سزا نہیں۔ اور اس امر کو دیانندی آریہ صاحبان آپ ہی تسلیم کرینگے۔ **سنو**۔ ارواح ایک چیتن وستو۔ یعنی عالم ہوشیار چیز ہے۔ اور پرکرتی بلکہ پرمانو۔ یعنی اجسام صغیرہ اور نہایت باریک ذرات جن کو عربی علوم طبعیہ کے عالم اجسام ذیمقراطیسی کہتے ہیں۔ ایک جڑا اور غیر ذی شعور چیز ہے۔ اور باریتعالے العلیم وخبیر۔ عزیز و غالب القدوس السلام ایک تیسری چیز ہے۔ جو ان دونوں اوّل الذکر ارواح اور اجسام بلکہ کال۔ یعنے زمانہ پر حکمران ہے۔

دیانندی آریہ صاحبان! بلکہ تمام تناسخ کے ماننے والو ان تین اشیاء موجودہ میں اوّل روحیں جنم سے کیا ازل سے بقول آریہ اللہ تعالیٰ کے ماتحت اور اس کی صفت عدل کے باعث جزا و سزا میں گرفتار ہیں۔ اور بقول تناسخ کے ماننے والوں کے بلکہ دیانندی آریہ کے ابد الآباد تک اسی طرح گرفتار رہیں گی۔ اگر جہان پر لے کے وقت یا اسکے کسی قدر پہلے اور پیچھے اجسام سے الگ ارواح آرام و راحت میں بھی رہے۔ تو اسوقت بھی تخم کیطرح برائی انمیں ہی رہتی ہے۔ جس کے باعث ارواح کو پھر جنم لینا پڑتا ہے۔ اور دوم پرمانو بچارے تو ازل سے ابد تک بھی بقول آریہ کے محروم ہی رہیں گے۔ اور سوم اللہ تعالیٰ ازل سے ابد تک ہمیشہ انپر حکمران رہا۔ اور ہمیشہ انپر حکمران رہیگا۔

اب ہم تناسخ والوں کی دلیل کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں۔ ان تین میں بعض اشیاء جنم سے کیا ہمیشہ سے لنگڑے۔ اور بعض اشیاء جنم سے کیا ہمیشہ سے جزا۔ اور سزا

میں گرفتار اور ایک الغنی اور ان دونوں پر حکمران جلشانہٗ۔ اب آپ کی دلیل تناسخ کو بعینہ لیکر کہتے ہیں۔ دیکھو اثبات تناسخ بحث کی ابتدا میں۔ جو کچھ پرمیشر کی مرضی تو کیا وہ عادل نہیں۔ پس بجز نتیجہ سابقہ جنم کے اور کیا کر سکتے ہو؟ لیکن تم آریہ اور تمام قومیں اللہ تعالےٰ کو ماننے والے اللہ تعالےٰ اور پرمانون میں تو جنم کے قائل نہیں پس ظاہر ہوا۔ کہ تفرقہ کا باعث فقط اعمال ہی نہیں۔ جو ہم تناسخ کے قائل ہو جاویں۔ بلکہ تفرقہ کے اور اسباب بھی ہوتے ہیں۔ بلکہ ابدی مخلوق میں ہم دیکھتے ہیں۔ کوئی چیز پتھر کہلاتی ہے۔ اور کوئی پانی کچھ روشنی کی کرنیں اور الکٹرسٹی کے ذرات اور پچھلے درجہ کی کثیف اشیا کاربن وغیرہ۔ بتاؤ! کیا اس تفرقہ کا باعث پورب جنم کے اعمال ہیں۔ ان کے کسی کام کی جزا اور سزا؟ معلوم ہوا۔ کہ تفرقہ کا باعث فقط اعمال ہی نہیں۔ بلکہ احکم القادر کی اور بار یک حکمتیں ہیں۔ جس نے ہم کو بنایا۔ اور خبر دی۔ لَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا۔[1]

وَخَلَقَ لَكُمْ مَا فِي السَّمٰوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ[2]

چھٹا جواب۔ سائنس یعنی پدارتھ ودیا۔ علم طبعی نے ثابت کر دیا ہے۔ کہ ہیں۔ جمادات اور نباتات اور انسان اور حیوانات کے تباین اور تفرقہ ضرور ہے۔ مگر تناسخ ماننے والے کہتے ہیں۔ کہ ان اشیا میں کوئی تباین نہیں۔ انسانی روح ناقص اعمال سے

---

[1] یقیناً اس نے تم کو مختلف طور پر بنایا۔

[2] آسمان و زمین میں جو کچھ ہے سب تمہارے لئے پیدا کیا۔ اور یہ سب اشیا ہماری ہیں۔

مرکر حیوان اور حیوانی روح انسانی بن جاتی ہے۔ بعض انسان شجر و حجر ہو جاتے ہیں۔ اور بعضے شجر و حجر انسان۔ اور روح وہی روح رہتی ہے۔ اور یہ امر سائنس کے بالکل خلاف ہے۔

تعجب آتا ہے۔ دیانندی آریہ کے اعتقاد پر۔ روح کے گن۔ کرم سبھاؤ یعنی روح کے خواص۔ افعال۔ اور عادات آنادی اور غیر مخلوق ہیں۔ اور روح کے لئے یہ امور دیانندیوں کے نزدیک لازمی ہیں۔ روح سے کبھی علیحدہ نہیں ہوتے۔ پھر روح کے شجر و حجر ہو جانے کی حالت میں ہم پوچھتے ہیں۔ وہ صفات اور لوازمات کہاں چلے جاتے ہیں۔ کیا ثبوت ہے۔ کہ یہ صفات ولوازمات اسوقت بھی روح کے ساتھ موجود رہتے ہیں۔

سانواں جواب۔ تناسخ کے ماننے میں سچے علم طب کا وہ بڑا بھاری خزانہ جس کی صداقت کو ہم رات و دن بچشم خود دیکھتے ہیں۔ لغو ہوگا۔ حالانکہ بداہت مشاہدہ اس کو لغو نہیں ٹھہرا سکتا۔ اور کیوں لغو ٹھہرا سکے۔ خالق فطرۃ اور نیچر کا پیدا کرنے والا خود فرماتا ہے۔[1]

خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا۔

تناسخ ماننے میں علم طب کا بے فائدہ ہونا اس لئے ثابت ہوتا ہے۔ کہ جب ہم نے مانا کہ تمام بیماریاں جو انسان اور حیوانات کو لاحق ہوتی ہیں۔ وہ سب بیماروں کے سابقہ اعمال کا نتیجہ اور ثمرہ ہے۔ اور بد اعمال کی سزا ہے۔ تو طبیب اور نیچرل فلاسفی کے جاننے والے نیچرل اسباب کو کیوں ڈھونڈھنے لگے۔ اور جب حسب الاعتقاد

---

[1] سب جو زمین میں ہے۔ تمہارے لئے پیدا کیا۔

تناسخ کے مانا گیا۔ کہ سزاؤں کا بھگتنا ضروری ہے۔ اور کسی طرح بھی ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عدالت سے وہ سزا ٹل جاوے۔ تو علاج سے کیا فائدہ اور اس کے باعث کیونکر فضل اور کرم الٰہی ہم کو الٰہی عدالت سے چھوڑا سکتا ہے۔ اور اور اسباب الامراض اور معالجۃ الامراض سے کیا نفع ہو گا۔

آٹھواں جواب۔ روح کے گن یعنے خواص روح کرم یعنے افعال روح کی سبھاؤ یعنی عادات دیانندی آریوں کے نزدیک ارواح کو لازم اور ارواح میں انادی ہیں۔ اور آریہ کے نزدیک یہ صفات ارواح میں باری تعالیٰ کی دی ہوئی نہیں۔

اب تناسخ کے وہم کا منکر اگر یوں کہے۔ کہ بعض ارواح کا سبھاؤ اور اس کے گن ہی ایسے ہیں۔ کہ ناقص ذرات کا جسم لیا کریں۔ اور دکھ والے جسم میں زندگی بسر کریں۔ آسودگی میں رہنے والوں کے گھر جنم نہ لیں۔ اور بے امران کے لئے پوربلی جنم یعنی پہلی زندگی کے اعمال کی جزا یا سزا نہ ہو۔ بلکہ ایسی روح کی شقاوت ازلیہ اور اس کا سبھاؤ ہی اس تکلیف کا موجب ہو۔ بعض ارواح اصل سے ایسا سبھاؤ رکھتے ہوں۔ کہ عورتوں کا بدن لیں۔ بعضے ارواح مردوں کا جسم اپنے لئے اپنے سبھاؤ سے پسند کرلیں۔ سابقہ اعمال کو اس میں کچھ دخل نہ ہو۔ اور نہ پہلے جنم کی یہ جزا اور سزا ہو۔ سچ ہے[1]

فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَسَعِيدٌ۔

---

[1] ان میں سے کوئی سعید ہے۔ اور کوئی شقی ہے :۔

نواں جواب۔ دیانندی آریہ کا اعتقاد ہے۔ کل ارواح محدود اور غیر مخلوق ہیں۔ ہمیشہ اواگون یعنے جنم اور مرن میں مبتلا رہے۔ اور ہمیشہ رہیں گے۔ اگر کچھ زمانہ آزاد بھی رہے۔ تو بھی ان میں بیج انکرماتر یعنے تخم کی طرح برائے موجود رہتی ہے۔ جس کے باعث آخر پھر ارواح کو جنم لینا پڑتا ہے۔ اور جو لوگ ارواح کو مخلوق مان کر تناسخ کو مانتے ہیں۔ انکو بھی ماننا پڑتا ہے۔ کہ ارواح غیر مخلوق اور قدیم ہیں۔ کیونکہ ہر ایک جنم کے اعمال۔ افعال اور اقوال جب پہلے جنم کے پھل اور ثمرات ٹھیرے۔ تو بصورت مخلوق ہونے ارواح کے پہلے جنم کے اعمال افعال اور اقوال اور ارواح کا باہمی تفرقہ کس جنم کا ثمرہ ہوگا۔ اس لئے بر تقدیر تسلیم مسئلہ تناسخ یعنی اواگون کے ارواح کو غیر مخلوق اور ہمیشہ سے جنم اور مرن میں رہنا پڑا۔

جب روح ازلی غیر مخلوق ٹھیری۔ اور روح کا وجود اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا نہ ٹھیرا اور روح ازلی اور ابدی ہوئی۔ تو چاہیئے کہ روح اپنی بقا میں اللہ تعالیٰ کی محتاج نہ ہو۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں۔ کہ جیسے ہمارا بدن کھانے پینے پہننے وغیرہ کا محتاج ہے۔ روح بھی بدن سے کم محتاج نہیں اور احتیاجوں سے قطع نظر کر کے اس امر کا خیال کرو۔ کہ روح علوم کے حاصل کرنے میں کتنی محتاج ہے۔ اسی دلیل کی طرف قرآن کریم نے ایما فرمایا ہے[1]۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ وَاللَّهُ الْغَنِيُّ

---

[1] اے لوگو تم سب اللہ کے محتاج ہو۔ اور اللہ ہی غنی حمد کیا گیا ہے۔ اور اللہ ہی غنی ہے۔ اور تم محتاج ہو۔

وَاَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ اور فرمایا۔ اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ[1]:-

دسواں جواب۔ اگر ارواح الٰہی مخلوق نہیں۔ تو ہم پوچھتے ہیں بدی اور بدکاری ارواح کا ذاتی اور فطری تقاضا ہے۔ یا عرضی؟ اگر بدی اور بدکاری ارواح کا ذاتی تقاضا اور جبلّی منشا ہی تو ظاہر ہے۔ کہ ذاتی تقاضوں اور جبلّی منشاؤں کے پورا ہونیکا نام راحت اور آرام ہے۔ نہ رنج اور تکلیف۔ اور اگر بدی اور بدکاری کوئی عارضی امر ہے۔ جو ارواح کو لاحق ہؤا۔ تو چاہیئے کبھی وہ عرض دور ہو جاوے۔ جب عرض دور ہو گئی۔ تو روح پاک اور پوتّر ہو کر آئندہ ہمیشہ نیک اعمال کیطرف متوجہ رہے۔ بلکہ یقین ہے۔ کہ وہ ایسا ہی کرے۔ کیونکہ روح کو آریہ نے چیتن اور سمجھ دار مانا ہے۔

آریہ صاحبان! اگر اتنے تجربہ پر روح نے ابتک نہیں سمجھا تو وہ چیتن نہین۔ یا کسی راز دار الہامی کو الہاماً پتہ لگ جاوے۔ کہ الٰہی ارادہ بعض کے حق میں اس عرض کے دوام لحوق کا ہو چکا ہے۔

گیارہواں جواب۔ لڑکوں کی پرورش کی جاتی ہے اور ان کو تعلیم کے واسطے تکلیف اور سرزنش دی جاتی ہے۔ اس تکلیف کو سزا یا جزا نہیں کہا جاتا۔ بلکہ اس کا نام تربیت رکھتے ہیں۔ بس ایسی ہی وہ تکالیف جو دنیا میں عارض ہوتے ہیں۔ ان کی نسبت کیوں نہیں کہا جاتا۔ کہ وہ تربیت الٰہی میں داخل ہیں۔ نہ سزا اور جزا ہیں ہمارے لئے نہ سہی مجموعہ عالم کے واسطے سہی۔ اس جواب کو بارہواں جواب اور زیادہ واضح کرتا ہے۔

بارہواں جواب۔ حضرت سیّدنا مسیح علیہ السلام کے ہاتھ پر جب ایک جنم کا اندھا اچھا ہؤا تو حضور علیہ السلام کی حواریوں نے عرض کیا۔ یہ لڑکا کیوں نابینا تھا۔ کیا اپنے گناہ کے باعث

[1] اللہ ہی ہر چیز کا پیدا کرنیوالا ہے۔

یا اپنے ماں باپ کے گناہ کے باعث۔ حضرت مسیح علیہ السّلام نے جواب دیا۔ نہ اپنے گناہ کے باعث اور نہ اپنے ماں باپ کے گناہ کے باعث بلکہ یہ لڑکا اس لئے نابینا تھا۔ کہ الٰہی جلال ظاہر ہو۔ کیا معنے اللہ تعالےٰ کے پیارے رسول اور بنی اسرائیل کے گھرانے کے خاتم الانبیاء نبی حضرت مسیح علیہ السّلام کی بزرگی اور صداقت ظاہر ہو۔ میرا اس قصہ کے بیان سے صرف یہ مطلب ہے۔ کہ دُکھ اور سُکھ کے واسطے اعمال کی جزا اور سزا کے ماسوا اور بھی بہت اسباب ہیں۔ اواگون کے ماننے والوں کے پاس کیا دلیل ہے۔ کہ پوربلی جنم کے اعمال ہی اسکا باعث ہیں۔

تیرہواں جواب۔ قانون قدرت اور اللہ تعالےٰ کے بے انت کارخانہ میں ہزاروں ہزار اسباب ہیں۔ مثلاً غور کرو ان اسباب پر جو علم طب میں بیان ہوتے ہیں۔ اور ان علامات و معالجات پر جن کے ذریعہ ہم اسباب کا پتہ لگاتے ہیں۔ اور ان کے دفعیہ کی صائب تدبیر کر سکتے ہیں۔ بیماریوں کے اسباب جاننے سے ہم افلاس اور غریبی۔ دولتمندی اور حکومت کے اسباب کا اجمالی علم حاصل کر سکتے ہیں۔

اس مختصر تمہید کے بعد گذارش ہے۔ اس تفرقہ کا باعث جیسے ایک لڑکا۔ بیمار اور دوسرا تندرست ہے۔ ناملایم عناصر ہیں۔ اس لئے کہ انسانی اور حیوانی روح یا تو عناصر کا خلاصہ ہے۔ یا فرض کر لیتے ہیں۔ کہ روح کو عناصر کے ساتھ تعلق ہے۔ پہلی صورت میں ظاہر ہے۔ جیسے عناصر ہونگے۔ ویسی ہی روح ہوگی۔ اور دوسری صورت میں جیسے عناصر کے ساتھ روح کا تعلق ہوگا۔ ویسی تندرستی اور بیماری کے اثرات روح کو لینے پڑیں گے۔ اور جیسی جگہ ارواح

جمع ہوں گے۔ ویسا ہی سُکھ اور دُکھ بھوگیں گے۔ پہلی صورت میں روح کا وجود ہی عناصر سے ہوًا۔ جزا اور سزا سابقہ جنم کی کہاں! اور دوسری صورت پر اگر کوئی اعتراض کرے۔ کہ ارواح نے ایسی جگہ کیوں تعلق پیدا کیا۔ جہاں ان کو آخر تکلیف اٹھانی پڑی۔ تو اس کا جواب بالکل ظاہر ہے۔ کیونکہ۔ ارواح بقول آریہ کے سُتنتر۔ اور آزاد ہیں۔ ارواح کو کوئی روک نہیں۔ اور یہ بھی ہے۔ کہ اس روح کو جب ابدالآباد ترقی کی راہ کھول دی گئی تو اسپر کوئی ظلم نہ ہوًا۔ بلکہ اسپر رحم ہوًا۔ اور یہ بھی ہے۔ کہ اگرچہ آج روح کو بظاہر تکلیف معلوم ہوتی ہے۔ کہ ناقص اور دُکھی قالب سے اس کا تعلق ہے۔ مگر اسی عنصری جسم میں اسے بڑی بڑی فضیلتوں کے لینے کا موقع دیا گیا ہے۔ اس لئے اسپر رحم ہے ظلم نہیں۔ ہاں ایسے موقع ملتے ہیں۔ اگر روح نے نافرمانی کی تو شرور سزا کا مستحق ہے۔ اللہ تعالےٰ رحیم۔ کریم۔ اور عادل۔ چاہے پکڑے چاہے عفو کرے۔ اور وہ اپنے امر پر غالب ہے۔

چودھواں جواب۔ مختلف ملکوں کی آب و ہوا سے ارواح کے مختلف صفات ہم مشاہدہ کرتے ہیں۔ بلکہ مختلف پیشوں مختلف قسم کے مکانوں جن میں روشنی اور ہوا کی آمد و رفت اور صفائی کے لحاظ سے اختلاف ہو۔ مختلف اشیاء کے کھانے اور مختلف چیزوں کے پینے پہننے اور استعمال میں لانے سے اور انواع واقسام کے عادات سے ارواح کے حالات۔ صفات اور معاملات میں اختلاف نظر آتا ہے۔ پھر ہم دیکھتے ہیں۔ بگڑے ہوئے حالات کی اصلاح ان مختلف تدابیر سے ہو جاتی ہے۔ جن کو اطباء میں اور طبعی حکماء علوم طبعیات میں بیان کرتے ہیں۔

جن لوگوں کے لڑکے بیمار پیدا ہوتے ہیں۔ ان کے علاج و معالجہ و حفظ صحت تبدیل آب و ہوا اور کچھ مدت کے ترک جماع سے۔ تندرست بچوں کا پیدا ہونا۔ بگڑی اور خراب کلوں کی ایسی حالت کا جس سے تکلیف ہو۔ نیچرل اسباب سے درست ہو جانا وغیرہ وغیرہ ہمپر ظاہر کرتا ہے۔ کہ یا تو ارواح نہیں عناصر کا لطیف جوہر ہیں۔ یا ان عناصر سے ارواح کا تعلق ایسے مختلف اور اقسام اسباب سے ہے۔ جن میں بعض خاص حالتوں میں ہم اعمال کو داخل کر سکتے ہیں۔ مگر یہ نہیں کہتے۔ کہ پور بلے جنم کے اعمال ہوں۔ کیونکہ اس دعوے کی دلیل کوئی نہیں۔ اور دعوے بے دلیل۔ عقلا کا کام نہیں۔

پندرہواں جواب۔ پہلے جنم کے اعمال ہرگز ہرگز اس تفرقہ کا باعث نہیں۔ جس تفرقہ کو دیکھ کر تناسخ کے ماننے والوں نے تناسخ پر اعتقاد کیا۔ کیونکہ ہم قدرتی نظارہ میں دیکھتے ہیں۔ تمام اشیاء انسانی آرام اور راحت کے سامان۔ روشنی۔ ہوا۔ پانی۔ مٹی۔ برف۔ نباتات۔ حیوانات۔ سب کچھ اس کے کام میں لگ رہا ہے۔ مگر یہ پتلا ان اشیاء میں سے کسی کے مصرف کا نہیں۔ تو پھر کیا یہ عجوبہ قدرت بالکل لغو اور اتنی بڑی مخلوق پر حکمران محض نکما ہے ہرگز نہیں۔ بلکہ جیسے ملہمین کو بذریعہ الہام اور سلیم الفطرتوں کو بوساطت فطرۃ معلوم ہوا ہے۔ کہ یہ لطیفہ عبادت الٰہیہ کیواسطے پیدا ہوا۔ مگر ظاہر ہے۔ جب تک انسان کے پاس یہ چیزیں موجود نہ ہوں۔ انسان کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ پس ثابت ہوا۔ یہ تمام سامان انسان کو عبادت کے لیئے دیئے گئے ہیں۔ اور یہ کل اسباب مقصد عبادت کے آلات اور متممات ہیں۔ یہ مضمون قرآن میں یوں ادا ہوا

یٰاَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّکُمْ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا۔

اور فرمایا

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ۔

جب عبادت الٰہی انسان پر واجب ہوئی۔ اور یہ سامان اس لئے عطا ہوا۔ کہ انسان اپنے فرائض منصبی کو ادا کر سکے۔ پس یہ سامان جزا اور سزا میں داخل نہ ہوگا۔ کیونکہ اگر جزا اور سزائے اعمال میں اسے داخل کیا جاوے۔ تو باری تعالےٰ پر ظلم کا الزام ہوگا۔ اس لئے کہ یہی چیزیں منصبی فرائض کے ادا کرنے میں بھی ضروری تھیں اور یہی اشیا مزدوری میں بھی داخل ہو گئیں۔ ہاں ان کا وفور اور ان کا عمدگی سے میسر ہو جانا البتہ وقت اعمال کے بعد ہوتا ہو تو عجب نہیں۔

سوال چہارم کا جواب۔ اگر یہ تفرقہ جس کے باعث تناسخ کے ماننے والوں کو شبہ پڑا۔ سابقہ جنم کے اعمال کی سزا اور جزا ہوتا۔ تو ضرور تھا۔ کہ اتنی مدت کی بات بلکہ یوں کہئے۔ کہ لا انتہا زمانہ کی

ا۔ اے لوگو فرمانبردار بنے رہو۔ اپنے اس رب کے جس نے تم کو اور تم سے پہلوں کو بنایا۔ اور فرمانبرداری کا یہ فائدہ ہوگا۔ کہ تم دکھوں سے بچے رہوگے۔ اسی رب نے زمین کو تمہارے لئے فراش (آرام گاہ اور گول) اور آسمان کو بنا بنایا۔ اور بادلوں سے پانی اوتارا۔ پھر نکالے اس سے کئی قسم کے پھل رزق تمہارے لئے۔ پس خبردار اللہ کا کسی کو کسی امر میں شریک نہ بناؤ۔ ۲۔ جن وانس تو صرف اسلئے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبردار رہیں۔

باتیں ہمیں یاد ہوتیں۔ اتنی لمبی مدت کے ہزاروں ہزار باتیں اور کام ہم یک قلم کیوں بھول گئے؟

اب انعام اور خلعت کے لینے والے کو خبر نہیں۔ کس کس نیک عمل پر مجھے انعام ملا اور سزا پانے والے کو اطلاع نہیں۔ کس بدکاری کے بدلہ میں ماخوذ ہوں۔ لڑکپن کے حالات بھول جانے پر قیاس نہیں ہو سکتا۔

اوّل تو اس لئے کہ اسوقت انسانی عقل ناقص اور بالکل نکمی ہوتی ہے۔

دوم۔ جیسے آریہ مانتے ہیں۔ کہ سب آدمی سو کر پیدا ہوتے ہیں۔ قرآن کریم یوں فرماتا ہے۔ واللہ اخرجکم من بطون امھا تکم لاتعلمون شیئاً:۔

سیوم۔ وہ حالت بھی مختصر وقت کی ہے۔ اور کچھ بڑے کاموں سے اسکا تعلق نہیں۔ البتہ اہل اسلام اس جنم سے پہلے ارواح پر **عہد الست** کا زمانہ تجویز کرتے ہیں۔ اور اس زمانہ کو مانتے ہیں۔

مگر اوّل تو وہ ایک عالم مثال کی عجائبات اور اس کی نیرنگیوں کی ایک بات ہے۔

دوم اسوقت کو بہت تھوڑا وقت سمجھا جاتا ہے۔ مگر پھر بھی غور کرو۔ آجتک اسکا کتنا اثر باقی ہے۔ کہ تمام ارواح کی فطرت میں اس اثر کا باعث باہمہ اختلاف ادیان۔ و ازمان۔ اور بنا غض و تحاسد کے اسبات پر قریباً اتفاق ہے۔ کہ ہمارا کوئی رب ہے۔

چاہے کوئی اُسے اللہ کہے۔ کوئی یہووا۔ کوئی اونگ کہے۔ کوئی یزدان کہے۔ کسی کی زبان پر دھرم کے نام سے موسوم ہوا کسی کے دہن پر شکتی کے نام سے۔

انبیاء علیہم السّلام کو لوگوں نے دیکھا۔ اُن کے عجائبات
معجزات کو مشاہدہ کیا۔ مگر اُن کے منکر رہے۔ اور باری تعالےٰ کو
بن دیکھے یہاں یوں مان لیا۔ کہ گویا وہ عیاں ہے۔ دلائل سے یہ
اتفاق ہرگز مت سمجھو۔ کیونکہ ہم روزمرّہ دیکھ رہے ہیں۔ مباحث
اور دلائل سے متخاصمین میں جھگڑا اور عناد بڑھتا ہے۔ نہ اتفاق
باتیں یہی ہے کہ کبھی کانوں نے اپنے خالق و فاطر کی آواز سُن لی ہے۔
پھر ہم دیکھتے ہیں کہ مختلف مذاہب کے لوگ کیسی کیسی پر
تکلیف عبادات کی طرف اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے پر متوجہ ہیں۔
کیا ایسی جانکاہی اور اسطرح کی محبت بدول کسی تجلی دیکھنے کے
صرف سُننے سے ہے؟ ہرگز نہیں۔ ایسا ہوتا تو نادیدہ حسینوں
کے حسن کو سُنکر لوگ ایسے ہی عشق میں مبتلا ہوتے۔ جیسے معشوق
کو دیکھکر جانباز عشاق کا حال ہو رہا ہے۔ وليس الخبر كالمعاينة
ایک سلیم الفطرت ہمارے سید و مولیٰ کا مقولہ علیہ فداہا الصلوٰت
والسلام بالکل سچ ہے۔

اس تحقیق پر یقین واثق ہے۔ ہے ریب کبھی ارواح کو تجلی
الٰہی کی سعادت حاصل ہو چکی ہے۔ گو اس عالم میں نہ سہی۔ عالم
مثال میں سہی۔ اور گو اسوقت ہمارے جسمانی ذرات مقدار عظیم
کبیر ہوں۔ جیسے اسوقت ہیں۔ بلکہ الست کے وقت نہایت چھوٹے
اجسام ہوں۔

ستر ہواں جواب۔ ابدی نجات اور دائمی آرام کا حاصل
کرنا تمام صحیح الفطرت ارواح کا تقاضا ہے۔ تو کیا یہ فطری خواہش
جبلی طلب اور بے تاب پیاس طالب کو محروم رکھیگی؟ اور باری
تعالےٰ کے کامل رحم۔ کامل فضل والے گھرانے سے سچے طالبوں

ہرگز صاف جواب ملے گا۔ کہ ابدی نجات۔ سرمدی راحت اور دائمی آرام و سرور کا سامان اس ہمہ قدرت ہمہ فضل ہمہ طاقت کے گھر میں موجود نہیں۔ ہرگز ایسا نہ ہوگا۔ او کم نصیب آریو! ہرگز ایسا نہ ہوگا۔ ہاں او تناسخ کے ماننے والو! اس کریم کی بارگاہ سے ایسا روکھا سوکھا جواب ہرگز نہ ملے گا۔ بلکہ بات تو یہ ہے۔ کہ اس کی **صفت عدل** بھی ہم طالبوں کی سفارش فرما ہوگی اور عرض کرے گی۔ کہ ان غرباء کے فطری اور جبلی تقاضا کو پورا کیجئے اے اللہ الکریم آپ کے دروازہ کو چھوڑ کر کدھر جاویں۔ آپ کی سب تشنگیات القادر بارگاہ معلّٰے سے محروم ہو کر کہاں سے کامیاب ہو سکتے ہیں۔ آپ کی شب و روز کیا ازل سے ابد تک کی بخششیں ایسی نہیں۔ کہ انہیں کوئی خرچ بھی کم کر سکے۔ تب ہم کو انشاء اللہ تعالے ابدی آرام نصیب ہوگا۔

ہاں تناسخ کے قائل ابدی آرام کے منکر (دیانندی) آریہ ابدی آرام ابداً باد نجات سے محروم رہ جاویں۔ اسلئے کہ ان کی فطرت اور جبلت میں یہ طلب ہی نہیں رہی۔ ان کی روح نے ابدی آرام کا سوال ہی چھوڑ دیا۔ اس اعتقاد نے ان کی فطرت کو اگر مسخ کر دیا تو ممکن ہے۔ ان پر نہ وہ رحم ہو اور نہ عدل ان کی سفارش کرے۔

اٹھارہواں جواب۔ دیانندی آریہ کے نزدیک آواگون تھا ایک جسم اور [illegible] دن کی اس آزادی کے [illegible] روح جسم سے الگ رہے گی۔ بہشت [illegible] کوئی [illegible] [illegible] اور نہ [illegible]۔

اور [illegible] ازل سے ابد تک ہمیشہ [illegible]

اور ہمیشہ گرفتار رہینگے - پس ہم کو سخت حیرانی ہے۔ اگر تمام ارواح کو ہمیشہ ایسی گرفتاری رہی۔ یا اینکہ دیانندی آریہ مانتے ہیں کہ ارواح اللہ تعالیٰ کی مخلوق نہیں۔ اور نہ اس کے پرستے بسبب یعنے ظل ہیں۔ پس دیانندی آریہ صاحبان بتایئے۔ ایسی سخت گیری کسی رحیم یا عادل کا کام ہے۔ قرآن کریم کیسے لطف سے فرماتا ہے۔ ولا یظلم ربک احداً[1] :-

اُنیسواں جواب - قطع نظر اس امر کے دیانندیوں کے نزدیک اللہ تعالےٰ ارواج کا خالق نہیں - اور پھر انہیں ایسا سخت گیر ہے - کہ ارواح کو کبھی ابدالآباد نجات نہ دیگا - بتقدیر تسلیم اعتقاد آواگون کے وہ رحیم - کریم - محسن یعنی دیالو کرپالو بھی نہیں (معاذ اللہ) کیونکہ اسم رحمٰن - رحیم - کریم کے ہر ایک احسان کے بدلہ میں آریہ لوگ کہدیں گے کہ ان کو اپنے اعمال کی مزدوری مل رہی ہے - پس اس میں اللہ تعالیٰ کا کوئی فضل انپر نہیں - مگر سچ ہے - وہی کتاب جس میں لکھا ہے نجات اسی کے فضل سے ہوگا۔

ووقیھم عذاب الجحیم فضلاً من ربک[2] - سیپارہ ۲۵ سورۃ دخان - رکوع ۳ :-

---

[1] - تیرا رب تو کسی پر ظلم نہیں کرتا :-

[2] - اور بچایا اون کو دوزخ کے عذاب سے - یہ فضل ہوا تیرے رب کا :-

ؔ۱ سابقوا الی مغفرۃ من ربکم و جنۃ عرضھا کعرض السماء والارض اعدت للذین اٰمنوا باللہ ورسلہ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوا الفضل العظیم۔ سیپارہ نمبر ۲۷ سورہ حدید رکوع ۳۔

نجات کا مسئلہ فصل الخطاب نام رد نصاریٰ میں مفصل ہے۔

بیسواں جواب۔ آریہ صاحبان! باری تعالےٰ کو فضل وکرم سے کس نے روکا۔ اسپر کون غالب۔ اس پر کون حکمران۔ اس نے کب عہد نہیں بلکہ وعید کردیا ہے۔ کہ کسی پر محض فضل نہ کرے گا، ہم تو کہتے ہیں۔ اگر ایسا سخت ڈراوا دیا بھی ہے۔ تو بھی وہ نجات دے سکتا ہے۔ کیونکہ وہ ہر طرح کے عیوب سے پاک جانتا ہے۔ کہ وعدوں کے خلاف کا نام اگر کذب ہے۔ تو وعید کا خلاف کذب نہیں بلکہ کرم اور فضل ہے۔

ؔ۲ لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون۔

اکیسواں جواب۔ تناسخ کا مسئلہ جیسے توحید کے خلاف ہے۔ اور شرک کا باعث۔ ویسے ہی اخلاق۔ اور مارل فلاسفی کا خطرناک دشمن ہے۔

توحید کے خلاف تو اسلئے ہے۔ تناسخ ماننے والوں پر

ؔ۱ دوڑو اپنے رب کی معافی اور اس جنت کیطرف جسکا پھیلاؤ ہی۔ آسمان اور زمین کے پھیلاؤ کے برابر رکھی گئی ہے۔ انکے لئے جو یقین لائے۔ اللہ پر اور اسکے رسولوں پر۔ یہ فضل ہے اللہ کا دیتا ہے جسے چاہتا ہے۔ اور اللہ کا فضل بڑا ہے۔

ؔ۲ جو کچھ اللہ تعالیٰ کرتا ہے اسپر کسیکو نکتہ چینی اور سوال کی جگہ نہیں۔ اور جو کچھ لوگ کرتے ہیں۔ اسپر تو نکتہ چینی اور سوال ہو سکتا ہے۔

لازم ہے۔ جیسے دیانندیوں کا اعتقاد ہے۔ کہ ارواح اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے نہیں۔ پرمانو اسکے مخلوق نہیں۔ زمانہ اُس کی کرت نہیں۔

جسطرح اللہ تعالیٰ غیر مخلوق ہے۔ ارواح اور میٹر بھی غیر مخلوق ہے۔ یہ لوگ **وحدت وجود** کے بھی قائل نہیں۔ جیسے ان کے ویدانتیوں کا خیال ہے۔ تو کہ کہا جاوے کہ **اصل واحد** کے معتقد ہوکر توحید کے مدعی ہیں۔ اور اخلاق۔ مارل فلاسفی کا اسواسطے خطرناک دشمن ہے۔ کہ بشرطیکہ اعتقاد مسئلہ تناسخ۔ کوئی شخص اپنے کسی محسن خیر خواہ۔ الٰہی محب۔ انسانی ہمدرد۔ کی نسبت اعتقاد یقین نہیں کر سکتا کہ اس شخص نے مجھ پہ احسان کیا یا رحم کھایا۔ بلکہ تناسخ کا معتقد محسن کے ہر ایک احسان کے بدلہ میں کہہ سکتا ہے۔ کہ اس محسن نے کوئی احسان نہیں کیا۔ ممکن ہے۔ کہ اس نے ہمارے پہلے احسانوں کا بدلہ دیا ہو:۔

مجھے یاد ہے۔ ایک مہاراجہ کو بچھو نے کاٹا۔ شدید درد میں ایک منتر پڑھنے والے نے جن کو اس ملک کی زبان میں منتر جھاڑنے والا کہتے ہیں۔ جھاڑا کیا جب اس عصبی المزاج راجہ کو آرام آیا۔ اور جھاڑا کرنیوالے کو انعام دیا۔ اس کا پہرہ معاف کیا۔ تو تناسخ والے خوش اعتقاد بول اٹھے۔ دیکھو کس طرح اس بچھو نے سپاہی کا قرضہ اوتارا:۔

بائیسواں جواب۔ تناسخ کا مسئلہ ماننے سے ثابت ہوتا ہے۔ باریتعالیٰ سبحنہٗ خود غرض ہیں۔ کبھی مزدوری کسی پر رحم۔ احسان و فضل نہیں فرماتے*

سبحانہ تعالیٰ عما یصفون ط

تئیسواں جواب۔ ہم لوگ بعض وقت بوجہ احسان کرتے۔ اور پھر دوسرے وقت احسان کے خلاف کرتے یا احسان نہیں کرتے۔ اس دو قسم کی مختلف کاروائی سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ احسان کرنا ہمارا ذاتی اور خانہ زاد وصف نہیں۔ بلکہ ما بالعرض ہم کو یہ صفت لاحق ہو جاتی ہے۔ اور ہر ما بالعرض کیواسطے ما بالذات ضرور ہے۔ پس لازم آیا کسی جگہ احسان بالذات موجود ہے۔ تو کیوں آریو! اسجگہ کا نام۔ باری تعالیٰ کی پاک ذات نہیں جانتے؟

چوبیسواں جواب۔ تناسخ کے اعتقاد پر ضرور ہے۔ کہ کسی شخص کو جناب باری تعالیٰ کی پاک ذات سے محبت نہ رہے۔ حالانکہ نص ہے۔ اور آپ مانتے ہیں۔
لہ والذین امنوا اشد حبا للہ ؕ

اور یہ بات کہ تناسخ کو ماننے پر باری تعالیٰ سے محبت نہیں رہ سکتی۔ اسلیئے ہے۔ کہ جس جج کی نسبت مجرم کو اعتقاد ہو جاوے کہ ممکن نہیں کہ میری خلاف ورزی قانون اور جرم کے بعد یہ حاکم مجھ قصوروار پر رحم کرے گا۔ وہ حاکم مجرم کو کیوں پیارا ہونے لگا۔ ہاں جس مجرم کا یہ ایمان ہو کہ شاید حاکم سے درگذر ہو جاوے۔ آج نہ سہی کل۔ البتہ وہاں محبت ممکن ہے۔

پچیسواں جواب۔ حسب الاعتقاد ایسے عدل ابدی کے جسمیں اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم عطا۔ اور احسان کی امید نہ رہے۔ بدکار کو اسکی جناب میں دعا و پکار تھا۔ لغو اور بیہودہ

لہ۔ ایمان والے تو اللہ تعالیٰ سے بڑی محبت رکھا کرتے ہیں ؛

ہو گی۔ معاذ اللہ۔ مگر کیا پیارا کلمہ قرآن کریم میں موجود ہے۔

[1] انہ لا ییئس من روح اللہ الا القوم الکافرون۔

اور کیا پیارا ہے [2] لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعًا۔ اور روح افزا ہے یہ کلمہ [3] اذا سالک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی ولیومنوا۔

[4] ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جہنم داخرین۔

چھبیسواں جواب۔ بدکاری اور نافرمانی کے بعد تناسخ ماننے والے کو عصیان و نافرمانی سے نکلنے کیواسطے تناسخ کے اعتقاد پر چاہیے کوئی بدکار نہ ہو اسلیے کہ جناب باری تعالے سے کسی عطیہ کی امید نہیں۔ اسواسطے کہ اس عدالت سے سزا ہی سزا بھگتنے کا فتوے لگ چکا۔ وہاں سے عفو کی امید نہیں۔ مگر کیسی لطیف بشارت ہے اس کتاب میں جیسا آیا ہے۔

---

[1] بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالی کے انعامات اور احسانوں سے اسکے منکر ہی ناامید ہوا کرتے ہیں۔ [2] خبردار اللہ تعالی کی رحمت سے کبھی ناامید نہ ہو بیشک اللہ تو تمام گناہوں کو عفو کیا کرتا ہے۔ پس ایسے رحیم کریم کے در سے ناامیدی جہل ہے۔

[3] جب تجھ سے میرے بندے یہ پوچھیں ہمارا رب کہاں ہے جو ہم اس سے دعا کریں۔ تو کہہ وہ فرماتا ہے۔ میں تو بہت ہی قریب ہوں جب کبھی خاص لوگ دعا مانگنے والے مجھ سے مانگیں۔ پس لوگو! چاہیے اپنے آپ کو ایسا بناؤ۔ کہ تمہاری دعائیں قبول ہوا کریں۔ اور پورے طور پر مجھے مانو۔ [4] مجھ ہی سے مانگو اور میری ہی عبادت کرو میں تمہاری دعا اور عبادت قبول کرونگا۔ جو لوگ میری فرمانبرداری سے تکبر کرتے

امّن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء۔

ستائیسواں جواب۔ تناسخ کے اعتقاد پر چاہئے کہ گناہ اور اللہ تعالیٰ کی بغاوت ہمیشہ ہوتی رہے۔ اور بدی دنیا سے کبھی نہ اٹھے۔

اوّل۔ اسلئے کہ باری تعالےٰ کو بدی کے قایم رکھنے کی ضرورت ہے

دوم۔ اسواسطے کہ نیکوں اور اللہ تعالیٰ کے فرمانبرداروں کو بھی بدی کے قایم رہنے کی ضرورت ہے۔

باریتعالیٰ کو اسواسطے کہ جب نیک نے نیکی کی تو حسب الاعتقاد اہل تناسخ کے ضرور ہے۔ کہ باری تعالیٰ اس نیک کو نیکی کا بدلہ دیوے۔ بدلہ کیا ہی یہی گھوڑے۔ ہاتھی۔ بیل۔ اونٹ۔ بکری۔ خوبصورت عورتیں وغیرہ وغیرہ۔ اب اگر بدکار بدکاری نہ کریں۔ تو نیکو نکے واسطے وہ اسباب جنکا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ کہاں سے آویں اس واسطے یا تو بدکاروں کا اسپر احسان ہے۔ کہ ایسے سامان مہیا کردیتے ہیں۔ یا وہ معاذاللہ بہ مجبوری ان سے بدی کراتا ہے۔ تاکہ اُسے نیکوں کے انعام میں مدد ملے۔

نیک اسواسطے بدکاری کو چاہیں۔ کہ ان کو بدوں یا بدکاروں کے گھوڑے۔ ہاتھی۔ خچر۔ عورتیں کہاں سے ملیں۔ مکانات کی لکڑیاں کہاں سے آویں۔ گرمی میں بچارے ہندوستانی کس بڑ۔ برگد۔ پیپل کے نیچے آرام کریں۔ اسیواسطے آریہ کے خیال پر لاانتہا زمانہ سے بدکاری دنیا میں موجود ہے۔ اور لاانتہا زمانہ تک بدی موجود رہے گی۔

لہ۔ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرا کون ہے۔ جو مضطرکے اضطرار کے وقت اس کی دعا پر قبولیت عطا کرے اور اس کے دکھ کو دور کرے۔

اٹھائیسواں جواب - جب گناہ کا ہمیشہ رہنا جیسا ستائیسویں جواب میں بیان ہوا ضروری ٹھہرا اور بدکار کو بدکاری کی سزا اٹھانا بھی ضرور پڑا - تو بتاؤ پھر بدکار کو جناب باریتعالیٰ سے محبت ہوگی یا نفرت ؟

انتیسواں جواب - محسن - مربی - مخدوم - مصلح - ہادی - مکرم کو برا کہنا فطرت کی گواہی ہے - کہ بہت بڑا ظلم ہے - خالق فطرت کی کلام میں ایک صدیق کا ذکر ہے - وہ فرماتا -

انہ ربی احسن مثوای - انہ لا یحب الظلمین - [1]

اور خالق فطرت کے کلام میں ہے -

الطیبات للطیبین والطیبون للطیبات - [2]

مگر تناسخ کے ماننے والے اپنے تمام محسنوں کو بدکار اور برا جانتے ہیں - بلکہ انپر سوار ہونے اور ان سے زنا - لواطت کے واقع ہونے کے مجوز ہیں -

کیونکہ اگر ان کے محسن برائیوں کے مرتکب نہ ہوں - تو وہ آواگون اور جنم مرن میں کیونکر آویں - مگر جنم مرن میں آنا تو ضرور ہے - اسلئے ثابت ہوا کہ وہ لوگ بدی کے بھی مرتکب ہوا کرتے ہیں -

مسلمان - انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عصمت کے قائل ہیں - اور جو اعتراض عیسائیوں یہودوں کی تواریخ سے اہل اسلام پر کئے جاتے ہیں - ان میں معترضوں کو دھوکہ ہی یا وہ دہوکہ دیا چاہتے ہیں -

---

[1] وہ تو میرا مربی ہی - اسنے مجھے اچھی طرح رکھا اگر میں اسسے بدسلوکی کروں تو ظالم بنوں - اور اللہ تعالیٰ ظالموں سے محبت نہیں رکھتا - [2] بھلوں کو بھلی بات کہو بھلی باتیں تو بھلوں ہی کے لئے ہیں - اور بھلے لوگ ہی بھلی باتوں کے مستحق ہیں ؛

تیسواں جواب۔ ہم دیانندی آریہ سے پوچھتے ہیں۔ اُن کے بزرگ۔ جیاتما نیک مجسمۂ کردار تھے۔ اور ہیں۔ یا پاپی۔ اور بدکار؟ اگر نیک اور بھلے تھے۔ اور ہیں۔ اور بُرائی ان میں نہیں۔ تو چاہیئے وہ ابدی نجات پا جاویں۔ اور آئندہ آواگون میں جو جہنم اور سزا کا گھر ہے۔ نہ آویں۔ پھر اور لوگ آپ کو محسن مربی۔ اور بزرگ بن جاویں۔ اور وہ بھی اسیطرح نجات پالیں۔ یہانتک کہ محدود ارواح کا سلسلہ آخر محدود زمانہ میں ختم ہو جاوے۔ پھر سرشٹی کے پیدا ہونیکا سامان ہی خدا کے یہاں نہ رہے۔ معاذ اللہ۔

اور بصورت ثانیہ۔ اگر نیک اور بھلے نہیں۔ تو اُن میں کوئی بھی قابل اعتبار نہ رہے۔ بھلا بدکار کا اعتبار کیا۔

اکتیسواں جواب۔ میں نے اپنے کانوں بڑے بڑے راجوں مہاراجوں سے سُنا اور تقریباً مسلّمات سنگھ کے سچ ہی ہی۔ وہ لوگ کہا کرتے تھے۔ تپ دراج۔ اور راجوں نرگ کیا معنی تپسیا۔ یعنی ریاضتوں اور سخت اور مشکل عبادتوں کا نتیجہ ہے۔ کہ ریاضت کنندہ ریاضت کے بعد راجہ ہو جاتا ہی۔ پھر راج کا یہ نتیجہ ہے۔ کہ وہ انسان یعنی راجہ دوزخی ہو جاتا ہے۔

اس کلام کا دوسرا جملہ یعنی راجوں نرگ اسلئے بھی سچ ہے۔ کہ راجوں اور مہاراجوں سے اکثر ظلم و تعدی ہو جاتی ہی۔ ان سے پورا انصاف محال ہے۔ پھر عیاشی اور فضولی وغیرہ وغیرہ آفات میں مبتلا رہتے ہیں۔

بلکہ میرے جیسا تجربہ کار تو شہادت بھی دے سکتا ہے۔ کہ علی العموم یہہ دوسرا جملہ سچ ہو۔ کیونکہ دوزخ کا نمونہ

ان میں مجھے دکھائی دیتا ہے۔ جیسے سفلس۔ آتشک۔ پہاڑی روگ
گرمی۔ باد۔ مشجر۔ مبارک کہتے ہیں۔ اہل مصر نے نائٹریٹ آف
سلور کا کیسا خوبصورت نام رکھا ہے۔ الحجر الجہنمی ہیں جب کبھی
آتشک کے زخموں پر اسکا استعمال کرتا ہوں۔ اسوقت اس
مصری نام کی خوبی جیسی مجھے معلوم ہوتی ہے۔ شائد ایک ناتجربہ
کار یا شرائع سے ناواقف کو ہرگز معلوم نہ ہوتی ہو گی۔

بتیسواں جواب۔ ہمنے مانا۔ آرام و تکلیف اعمال کے
ثمرات ہیں۔ مگر یہ کیوں نہیں کہا جاتا ہے۔ کہ وہ اعمال دنیوی
اور اسی جنم کے ہیں۔ ہاں ثمرات کہنے میں یہ فائدہ بھی ہے۔ کہ جزا
سزا میں باعث انعام اور موجب سزا کا علم اور اس کا
یاد ہونا ضرور ہے۔

ثمرات میں علم اور یاد اسباب ضروری نہیں۔

غایتہ ما فی الباب یہی وہ اسباب و موجبات یاد
نہ ہوں۔ سو ایسی یاد داشت تو تناسخ ماننے والوں کے نزدیک
بھی ضرور نہیں۔

رہی یہ بات کہ بچہ میں ایسے کون سے اعمال ہیں۔ جنکے باعث
بچہ نے سزا بھگتی یا جسکا ثمرہ اٹھایا۔ سو اسکے سردست دو جواب
ہیں۔

اوّل۔ یہ کہ اعمال دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ اعمال ہیں
جنکا ثمرہ یا جزا لینے میں عامل اور فاعل یا مرتکب کا عاقل و بالغ
اور سمجھدار ہونا جان بوجھ کر قانون قدرت کی خلاف ورزی
کا مرتکب ہونا ضرور نہیں۔ مثلاً ایک نادان لڑکا آگ میں ہاتھ
ڈالے۔ زہر یلا دودھ پلایا جاوے۔ ایسی خلاف ورزی میں

سزا، جزا اور ثمرہ کا اُٹھانا ضرور ہے۔ بہت نہ ہو تھوڑا سہی۔ مگر ایسی صورتیں اگر قدرے قلیل دکھ درد اور رنج رساں ہوں۔ تو ان کی تلافی اس اجر عظیم سے ہو جاتی ہے۔ جسے شہادت کا مرتبہ کہتے ہیں۔

دوسرے وہ اعمال ہیں۔ جنمیں قانون کی خلاف ورزی میں مرتکب جرائم کا عاقل۔ بالغ۔ جان بوجھ کر جرم کا مرتکب ہونا ضروری ہے۔ ایسے قوانین کو قانون شریعت۔ قانون حکماء۔ قانون حکام کہتے ہیں۔ پس لڑکے قانون قدرت کی خلاف ورزی میں گرفتار ہیں۔ انہوں نے خود کی ہے۔ یا ان کے والدین اور مربیوں نے۔

دویم۔ لڑکے بھی ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ جان بوجھ کر کسی بُرائی کے مرتکب ہُوا کرتے ہیں۔ اور اسی کی سزا میں گرفتار ہوتے ہیں۔ یا تو اسلئے کہ بُرائی کی مرتکب اُن کی روح ہے۔ اور انکی روح چینتن ہوشیار اور ان کی کمزوری کے وقت ایسی گن۔ کرم۔ اور سبھاؤ کے ساتھ ہے۔ جیسے جوانی کے وقت۔

اور یا اسلئے کہ جسقدر سے وہ لڑکے ہیں۔ اور جسقدر ان کے جسم اور عناصر کی استعداد ہے۔ اسقدر کی سمجھ والی انکی روح بھی ہے۔ پھر جیسے چھوٹی سی چیونٹی بھی روح اور سمجھ کا ایک مقدار رکھتی ہے۔ اور سمجھ کے خلاف مرتکب بھی ہوتی ہے۔ اسیطرح وہ لڑکے بھی جن کو بیمار دیکھتے ہو۔ اپنی وسعت سمجھ کے موافق کسی خلاف ورزی کے مرتکب ہوئے ہوں۔

جب ہم عقلا اور حکماء اور بڑے بڑے سمجھ والوں کو دیکھتے ہیں۔ کہ وہ لوگ بھی عقل اور سمجھ کے خلاف کرتے ہیں اور

اسکی سزا پاتے ہیں۔ بھلا چھوٹی سی عقل کے بچے ایسا کیوں نہ کرتے ہوں۔ بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں۔ لڑکوں کو کچھ بڑی تکلیف نہیں ہوتی۔ اور اس کے والدین و مربیّ اپنے اسی جنم کے اعمال کی سزا بھگت لیتے ہیں۔ اور جائز ہے۔ کہ ایسے لڑکوں کو آیندہ ابدالآباد زندگی میں ترقی کا سامان ملجاوے۔

تینتیسواں جواب۔ نیکی کا اثر اگرچہ عمدہ ہوتا ہے۔ مگر نیک اپنی نیکی پر کبھی تکبر کرتا۔ نیکی کو ریاء اور لوگوں کو دکھلانے کیواسطے بجا لاتا ہے۔ کمزور لوگوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اور بدی کا اثر اگرچہ بُرا ہونا چاہیئے۔ مگر بدکار اپنی بدکاری پر جب نظر کرتا ہے۔ تو بارگاہ الہٰی میں عجز و انکسار۔ اضطراب شرمندگی ظاہر کرتا اور دُعائیں مانگتا ہے۔ اِسلیئے نیک اپنی نیکی کو تباہ کر دیتا ہے۔ اور بدکار بدی کے بعد مقرب بارگاہ الہٰی ہو جاتا ہے۔ تب جسکو ہم اور تم عام نگاہ کے لوگ نیک سمجھتے تھے دکھی دیکھتے ہیں۔ اور بدکار کو سکھی۔ اور اپنے غلط توہمات سے اگر کہہ دیں۔ کہ یہ تکلیف نیک پر اسکے پورب لے جنم کا پھل ہیں اور یہ آسائشیں بدکار کو اسکے پورب لے جنم کا پھل ہیں۔ تو ہمارا یہ توہم غلط ہوگا۔ کیونکہ ممکن ہے۔ ہماری تشخیص نے غلطی کھائی ہو۔

چونتیسواں جواب۔ نیکیوں کے بہت اقسام ہیں۔ پھر جیسے نیکیوں کے انواع و اقسام ہیں۔ ایسے ہی نیکیوں کے ثمرات اور نتائج کے بھی اقسام ہیں۔ اکثر لوگوں کی یہ حالت ہے۔ ایک قسم یا سو ہزار قسم کی نیکی کرتے ہیں۔ اور جس جس قسم کی نیکی کرتے ہیں۔ اس کے انواع و اقسام کی برکات اور

ثمرات کو حاصل کرتے ہیں۔
مگر وہی نیک ایک قسم کی نیکی کرنے والے اور اور طرح کی بدی بھی کرتے ہیں۔ اور ان بدیوں کی سزا بھگتتے ہیں۔
پھر یہ بھی ہے۔ کہ بعض نیکیاں اس قسم کی ہیں۔ کہ جلد اپنا پھل دیتی ہیں۔ اور بعض نیکیاں اپنا ثمرہ مدت کے بعد ظاہر کرتی ہیں۔
ایسی حالت میں نظارہ کنندہ کبھی غلطی میں پھنسکر کسی قسم کی بدی کے مرتکب کو مطلق نیک۔ اور کسی قسم کی نیکی کرنے والے کو بدکار کہہ بیٹھتا ہے۔ اس جواب کو یہ قصہ واضح کرتا ہے۔
خاکسار ایک بار مجلس میں اِنّا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا فی الحیٰوۃ الدّنیا پر احباب کو کچھ سُنا رہا تھا۔ ایک شخص نے اس میں دریافت کیا۔ کہ جب تمام آرام ایمان سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ اور انواع و اقسام آلام کفر و نافرمانی سے تو انگریز کیوں حیوۃ دنیا میں منصور و دولتمند ہیں۔
تب خاکسار نے اُسے اور عام اہل مجلس سے عرض کیا۔ کہ ایمان کے ادنےٰ ترین شعبوں میں سے اماطۃ الاذی عن الطریق ہے۔ یعنے رستوں کو صاف کرنا۔ راستوں میں سے دُکھ دینے والی اشیا کو دور کرنا۔ اور مومنوں کی تعریف میں آیا ہے۔
وامرھم شوریٰ بینھم۔ مومن وہ ہے۔ جن کی حکومت جنکے کام مشورہ سے ہوں۔ اور مومنوں کو کہا گیا ہے۔
[1] وان لیس للانسان الا ما سعی وان سعیہ سوف یری۔
میرے پیارے مخاطبو! ان چند ایمانی احکام پر انگریزوں

[1] اسکا ترجمہ صفحہ ۳۱ کے حاشیہ پر ہے۔

نے عمل کیا اور تمنے ان احکام پر عملدر آمد سے مونہہ موڑا۔ جن لوگوں
نے ان احکام اسلام کو لیا۔ وہ ان احکام کے پھل بھی اُٹھا رہے
ہیں۔ تم نے نافرمانی کی اسکا بدلہ بھی بھگت رہے ہو۔ یہ تو اوامر
کی تمثیل ہے۔ ایسا ہی الٰہی نواہی پر نظر کرو۔

ولا تنازعوا فتفشلوا وتذهب ریحکم۔

آیتہ شریف بالا میں تمکو حکم ہے۔ باہمی جنگ و جدال چھوڑ
دو۔ والّا بودے ہو جاؤ گے۔ تمہاری ہوا بگڑ جائیگی۔ اس نہی
کی تم نے پرواہ نہ کی۔ اللہ کے فضل سے تم بھائی بھائی تھے
مگر باہم اعدا ہو گئے۔

غرض تم لوگ اپنی نافرمانیوں کے وبالوں میں گرفتار ہو۔
ہاں نمازیں پڑھتے ہو۔ روزے رکھتے ہو۔ زکوٰتیں دیتے ہو۔
حج ادا کرتے ہو۔ اور ان سب سے مقدم توحید پر ایمان لائے ہو
اور انگریز مثلاً ان احکام کے منکر ہیں۔ تو ان اعمال کے ثمرات
تم ہی اُٹھاؤ گے۔ انگریز ان کا پھل نہ لینگے۔ غرض جو شخص
جس قسم کا بیج بوئے گا۔ اس قسم کا پھل اُٹھائیگا۔

لعلکم تتفکرون فی الدنیا والاخرۃ کی صدا سُنکر
صحابہ کرام اور ان کے اتباع عظام نے دین اور دنیا دونوں
حسنات کا بیج بویا تھا۔ دونوں کا پھل اُٹھایا۔

حاشیہ صفحہ گذشتہ

لے آدمی کو اپنی سعی و کوشش کا نتیجہ ملا کرتا ہے۔ اور اپنی کوشش کے نتائج
کو دیکھے گا۔

ٓ آپس میں مت جھگڑا کرو۔ باہمی اختلافات سے بودے ہو جاؤ گے۔ اور تمہاری
عزت و ہوا اُڑ جائیگی۔ ۳ے تو کہ تم دنیا اور آخرت میں فکر کرو۔

پینتیسواں جواب - نیک شخص کے دو پہلو ہیں۔ ایک جہت میں۔ وہ اللہ تعالے کا محبّ۔ اور ایک جہت میں بباعث اپنی نیکیوں کے اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے۔ نیک پر تکالیف کا آنا ممکن ہے۔ کہ محبّت کی جہت سے ہو۔ نہ محبوبیت کی جہت سے۔ اور انعامات محبوبیت کی جہت سے ہوں۔ نہ محبّ ہونیکی وجہ سے۔

تناسخ پر عقلی بحث تو بقدر ضرورت لکھ چکا ہوں۔ اب ایک نقلی سنیئے۔ اور اس بحث کی ضرورت اسلئے پڑی کہ تنقیہ دماغ کے مصنف نے تناسخ کے اثبات میں قرآن کریم کی آیات کریمہ سے استدلال کیا ہے۔ اگرچہ عقل والے اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ کہ اس سمجھدار قوم کو اتنی عاقبت اندیشی نہیں مسلمان تو تیرہ سو برس میں تناسخ جیسے ضروری اور اعتقادی مسئلہ کو جو قرآن میں (معاذ اللہ) موجود ہو نہ سمجھیں۔ اور یہ ہندی نژاد جسکو عربی لٹریچر کی بھی خبر نہیں۔ قرآن سے تناسخ کو سمجھ جاوے۔ خیر بلا سے یہی کیوں نہ ہو۔ تنقیہ دماغ والے نے تناسخ کی نقلی بحث میں تین مقدمے قایم کئے ہیں۔ اور تینونکا ثبوت قرآن سے دیا ہے۔

اوّل روح کا ایک قالب سے دوسرے قالب میں آنا۔

دوم۔ ایک صورت سے دوسری صورت میں آنا۔

سوم۔ پاپ کرموں کی وجہ سے بار بار سنسار میں جنم لینا۔

امر اوّل کا ثبوت یہ دیا ہے۔[1]

قالوا اءذا کنّا عظاماً ورفاتاً ءانّا لمبعوثون۔ خلقاً جدیداً

[1] ترجمہ مصنف تنقیہ دماغ - بولے کیا جب ہم ہوگئے ہڈیاں اور چورا کیا ہم جی اٹھینگے نئے بنکر

اولم یروا ان اللہ الذی خلق السمٰوات والارض قادر علی ان یخلق مثلهم۔ دوسری دلیل یہ دی ہے۔
کما بدانا اول خلق نعیدہ وعداً علینا انا کنا فاعلین۔ اسکا ترجمہ کیا ہے
جیسا ابتدا اسے بنایا ہمنے پہلی بار پھر اسکو دہراوینگے۔ وعدہ ضرور ہو چکا ہے۔ ہمپر بیشک ہم کرنیوالے ہیں۔

مصدق۔ مگر ناظرین یاد رکھیں ان دونوں آیات کریمہ سے تو اتنا ثابت ہوا کہ دنیا کے ختم ہو جانے پر قیامت کے روز لوگ پھر جی اٹھیں گے۔ اور اسلامیوں کو اسبات سے انکار نہیں۔

امر ثانی یعنے ایک صورت سے دوسری صورت میں آنا اسکے اثبات میں کہا ہے۔ ولقد علمتم الذین اعتدوا منکم فی السبت فقلنا لھم کونوا قردۃ خاسئین۔ فجعلناھا نکالا لما بین یدیھا وما خلفھا وموعظۃ للمتقین۔ اور اسکا ترجمہ کیا ہے:۔
"اور البتہ جان چکے ہو جنہوں نے تم میں سے زیادتی کی ہفتہ کے دن میں تو کہا ہمنے ہو جاؤ بندر پھٹکارے۔ پھر ہمنے وہ دہشت رکھی۔ اس شہر کے روبرو والوں کے۔ اور پیچھے والوں کو۔ اور نصیحت رکھی ڈر والوں کو"
"قوم عاد بھی بندر بنائی گئی تھی"۔

ناظرین غور کرو۔ یہ آیت کریمہ تو تناسخ کا ابطال کر رہی ہے کیونکہ ظاہراً اور بلحاظ ترجمہ مصنف تنقیہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہود جیتے جیتے بندر بن گئے تھے۔ اور تناسخ ماننے والوں کا اعتقاد یہ ہے۔ کہ جاندار مر کر دوسرے جنم میں ظہور پاتا ہے۔
اور اندرے لال جی کا یہ اضافہ بھی کہ قوم عاد بھی بندر بنائی گئی تھی آفرین کے قابل ہے جسکا اشارہ بھی قرآن واحادیث میں نہیں۔

امر ثالث پاپ کرموں کی وجہ سے بار بار سنسار دل میں جنم

لیا ہے۔ یہ جگہ کہ جس اللہ نے بنائے آسمان اور زمین سکتا ہے ایسوں کو بنانا۔

لینا اور اُسکا ثبوت یہہ دیا ہے۔

وحرام علی قریۃ اھلکناھا انھم لا یرجعون حتی اذا فتحت یاجوج وماجوج وھم من کل حدب ینسلون:۔

اور اس آیت کریمہ کا یہ ترجمہ کیا ہے۔

"اُور مقرر ہو رہا ہے ہر بستی پر جسکو ہمنے کھپا دیا کہ وہ نہیں پھرینگے۔ یہاں تک کہ کھولا جاوے۔ یاجوج ماجوج اور وہ ہر اونچان سے پھیلتے آویں" پھر کہا ہے۔

"یہ ترجمہ ذرہ صاف نہیں۔ اسواسطے ہم اسکا انگریزی ترجمہ جو سیل نے کیا ہے۔ یہاں لکھتے ہیں" پھر انگریزی ترجمہ لکھا ہے۔ افسوس آپکو دعوےٰ ہے۔ مگر اتنی سوجھ نہیں کہ مسلمان قرآن کا ترجمہ صاف نہیں کرسکے۔ اس لئے آپ کو سیل صاحب کے ترجمہ کی ضرورت پڑی۔ خود ہی لفظی ترجمہ کرلیا ہوتا۔ یا کسی مسلمان سے پوچھ لیا ہوتا۔

آیو۔ا اگر میں یا کوئی اور مسلمان ولسن وید ک ترجمہ کے روسے تمپر الزام لگانا چاہے۔ تو کیا انصاف ہوگا۔ خیال ہی نہیں۔ یہ انصاف کرلو

اس آیۃ کریمہ میں اوّل حرام کا لفظ تحقیق طلب تھا۔ مگر تنقیہ کے مصنف نے جسکا تنقیہ خبط کیواسطے مناسب ہے۔ جو معنے لئے وہی مناسب اور عمدہ ہیں۔ اور وہ معنے کیا ہیں "مقرر ہو رہا ہے" ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اسکے معنے واجب کئے ہیں۔ ان معنے کا ثبوت گو تفسیر میں مخاطب کیلئے ضرور نہیں مگر قوم کیواسطے بہت مفید ہوگا۔ میں اس معنی کی شہادت قرآن ہی دیتا ہوں۔

قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم الا تشرکوا بہ شیئاً وبالوالدین احسانا۔ (سورۂ انعام پارہ نمبر۸)

دوسرا لفظ اس آیت کریمہ میں لا یرجعون ہے۔ جسکے معنے ہیں

ا تو کہہ آؤ میں پڑھ دوں تمپر وہ باتیں جو اللہ نے تمپر مقرر کردی [illegible] کہ اللہ کا کیکو اور والدین سے سلوک رکھو؛

وہ نہیں پھرینگے۔ غور طلب یہ امر ہے کہ کسطرف نہ پھریں گے۔
اوّل۔ احتمال تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کیطرف نہ پھرینگے۔ اور جزا سزا کے واسطے زندہ نہ ہونگے۔ سو یہ معنی تو صحیح نہیں۔ کیونکہ اس آیت کے ماقبل گذر چکا ہے۔ کل الینا راجعون۔ (سورۂ انبیاء رکوع ۶ پارہ نمبر ۱۷) اور اس کے معنے ہیں۔ تمام لوگ ہماری طرف رجوع کرینگے۔
دوم معنے ہیں۔ دنیا میں پھر کر نہ آوینگے۔ سوم معنے ہیں وہ شریر جنکو اللہ تعالیٰ نے کھپایا اور ہلاک کیا۔ اپنی شرارت سے پھرنے والے نہیں۔ یہ دونوں معنے صحیح ہیں۔ تیسیر الفظ حتیٰ کا ہے۔ جو حتیٰ اذا فتحت یاجوج وماجوج میں ہے۔ یہ حتیٰ حرف ابتدا ہے۔ فقط جیسے کہ زمخشری اور ابن عطیہ نے کہا ہے۔ اس صورت میں حتیٰ کے معنے یہانتک کرنے صحیح نہ ہونگے۔ بلکہ یہ کلام علیحدہ ہوگا۔ اور جملہ شرطیہ اذا فتحت کا جواب فاذا ھی شاخصۃ ہوگا اذا ھی شاخصۃ کا اذا اچانک کے معنے دیتا ہے جسکو عربی میں مفاجاۃ کہتے ہیں۔ اور یہ اذا فا کی تاکید ہوا کرتا ہے۔ یا حتیٰ کا حرف الیٰ کے معنے رکھتا ہے۔ پس مطلب یہ ہوگا کہ جن جن بستیوں کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کیا ہے۔ یاجوج اور ماجوج کے فتحمند ہونے یا شکست پانے اور قیامت کے نزدیک آجانے تک جتنے شریر ہلاک ہو رہے ہیں۔ وہ نہ تو دنیا میں واپس آوینگے۔ اور نہ وہ اپنی شرارت سے باز آوینگے۔ ہاں جب دنیا کا کارخانہ ہی ختم ہو گیا۔ اور قیامت آگئی۔ اور جزا سزا کا وقت آپہنچا تو سب آجائینگے جیسے کل الینا راجعون سے ثابت ہو چکا تھا۔ جو پہلے گذر چکا۔ معلوم ہوتا ہے مصنف تنقیہ کو لفظ حتیٰ سے خیال پیدا ہوا ہے۔ کہ اسکا ماقبل مابعد کے خلاف ہوا کرتا ہے۔ مگر اس آیت پر غور کرنا چاہئے۔

ومن یعص اللہ ورسولہ فان لہ نار جھنم خالدین فیھا ابداً
حتیٰ اذا راوا مایوعدون فسیعلمون من اضعف ناصراً
واقل عدداً۔ (سورۂ جن پارہ ۲۹)
اب ہم تناسخ کے مذہبیوں کو جنکو دعویٰ ہے کہ تناسخ قرآن سے بھی ثابت ہوتا ہے
دو تین آیت قرآنیہ سنا کر تناسخ کی بحث کو ختم کرتے ہیں۔
اوّل۔ الم یروا کم اھلکنا قبلھم من القرون انھم الیھم لا
یرجعون۔ وان کل لما جمیع لدینا محضرون۔ (سورۂ یٰس
پارہ نمبر ۲۳)
دوم۔ فلا یستطیعون توصیۃ ولا الی اھلھم یرجعون۔
(سورۂ یٰس پارہ ۲۳)
سوم۔ اما الذین سعدوا ففی الجنۃ خالدین فیھا
مادامت السمٰوٰت والارض الا ما شاء ربک عطاءً
غیر مجذوذ۔ (سورۂ ہود پارہ ۱۲)
اور مصنف تنقیہ دماغ کا یہ کہنا کہ قرآن میں لکھا ہے۔ اصحاب کہف کا کتا
نیک اعمال کے باعث بہشت میں چلا گیا۔ اور جانور گواہی دینگے۔ یہ باتیں
اس قابل نہیں کہ عقل والا جواب دے۔ کیونکہ ان لوگوں نے دعویٰ کیا ہے
کہ یہ باتیں قرآن کریم میں مندرج ہیں۔ حالانکہ قرآن میں مندرج نہیں ہیں۔

---

۱ کیا وہ دیکھتے نہیں۔ کہ انسے پہلے کئی بستیاں ہم کھپا چکے ہیں۔ وہ انکی طرف دوبارہ
نہیں کرتے۔ یقیناً ہر ایک سب ہمارے حضور میں حاضر ہونیوالے ہیں۔
۲ نہ تو وہ وصیت ہی کر سکینگے۔ اور نہ انہیں اپنے خاندان کیطرف لوٹنا ملیگا۔
۳ سعادتمندوں کو تو جنت ملیگی۔ اسمیں ہمیشہ رہیں گے۔ جبتک آسمان اور زمین رہیں
مگر جو تیرا رب چاہے۔ یہ بخششیں کبھی بند نہ ہونگی۔

آریہ مذہب کے ردّ کی چند لاجواب کتابین

پیدائش عالم۔ اس کتاب مین پنڈت دیانند صاحب بانیے آریہ سماج کے اس عقیدہ کی کہ "دنیا کا سلسلہ ازلی ہے اس کی ابتدا اور انتہا نہیں" آریہ مذہب کی کتب مصنفہ دیانند جی سے اور عقل ونقل سے ایسی لاجواب تردید کر کے ثابت کر دیا ہے کہ دنیا کا سلسلہ ازلی نہیں ہے بلکہ حادث ہے اور اسکی ابتداء ہے۔ قیمت ۳ ر

شدھی کی اشدھی۔ اس کتاب مین آریون کی اون زبردست اور مشہور شدھیوں کا ذکر ہے جن کو وہ اپنے مذہب کی صداقت مین پیش کر کے پھولے نہین سماتے تھے۔ اور ہر ایک شدھی کی ایسی حقیقت کھول دی ہے کہ قیامت تک آریہ ان شدھیوں کا نام نہ لیں گے۔ یہ کتاب پانسو روپیہ کے انعام کے ساتھ شایع کی گئی ہے۔ قیمت ۶ ر

تصدیق کلام ربانی۔ ممالک متحدہ کے ایک منہ پھٹ بدزبان آریہ لیکچرار نے "مسلمانی بائبل کی کہانی" ایک گندہ رسالہ شایع کیا اُسکا ناقابل تردید جواب اس کتاب مین دیا گیا ہے۔ ہر مسلمان کو اس کا مطالعہ ضروری ہے۔ قیمت ۸ ر

تنبیہ زبان دراز۔ آریون کے مسافر آگرہ نے ایک مرتد کی طرف سے "افشاء راز" رسالہ شایع کیا تھا اسمین اوسکا دندان شکن جواب دیا گیا ہے۔ قیمت ۲ ر

ویدک توحید کا آئینہ۔ "اسلامی توحید کا آئینہ" ایک لاعقل آریہ نے شایع کیا تھا۔ اوسکے جواب میں۔ اسلامی توحید کا ایسا نمونہ

دیا گیا ہے کہ یا یدو شاید اور ساختہ ہی ویدوں کی توحید کا آئینہ دکھا دیا ہے جس سے آریہ سماج کو شرم آجائے۔ قیمت صرف ۲ر

ازالۃ الشکوک۔ ایک پنڈت آریہ کے بیس اعتراضوں کا جواب ہے جو اُسنے اسلام پر اپنی جہالت سے کئے تھے۔ قیمت صرف ۲ر

رسالہ گوشت خوری۔ اسمیں آریہ سماج کے عدم گوشت خوری کی دلیلوں کی تردید کر کے عقل و نقل سے جواز گوشت خوری کا ثبوت دیا گیا ہے۔ قیمت ۲ر

بد۔ کامل۔ آریہ سماج کے ایک نونہال نے اسلام پر اعتراض کئے تھے۔ اونکا جواب ترکی بہ ترکی ایسا دیا گیا ہے کہ سماجی پھر ایسی بیہودہ گوئی نہ کرینگے۔ قیمت ۳ر

گائے کی عظمت پر تحقیقی نظر۔ ہر ایک مسلمانکو اسکا رکھنا ضروری ہے۔ قیمت صرف ۱ر

دہر میاں کا کچا چٹھا۔ مضمون نام سے ظاہر ہے۔ قابل دید جو آریوں نے خود لکھکر شائع کیا ہے۔ قیمت صرف ار

اسکے علاوہ اور بہت سی کتابیں جو بوید آریہ سماج کی ہیں۔ اور تمام سلسلہ عالیہ احمدیہ کی کتابیں فاروق ایجنسی سے طلب کرنے پر ملسکتی ہیں۔

محصول ڈاک بذمہ خریدار ہوگا۔

پتہ

منیجر فاروق ایجنسی قادیان ضلع گورداسپور پنجاب۔